© rasailojaraid.com

شیخ محمد علی

پیدائش محمدؐ عربی

(انسان کے استقرائی علم کی نمائندہ ہے)

قبل اس کے کہ ہم پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور ان کے منصبِ رسالت پر قلم اٹھائیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ضرورت اور باری تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے ان کے انتخابِ نبوت پر مجملاً بات چیت کا اہتمام کریں اور اس امر کی حقیقت پر بحث کریں کہ آخر خالقِ کون و مکان نے بنی نوع کے لیے انبیا کی ضرورت کیوں کر محسوس کی اور ان کی اطاعت و فرماں برداری کے لیے کیوں کر عالمِ انسانیت سے کام لیا۔

جب ہم اس احساس کے ساتھ کہ انسانی معاشرت میں نبیائی ضرورت کیوں کر محسوس کی گئی، نگاہ اٹھا کر اس کے تاریخی پس منظر میں جھانکتے ہیں تو یہ احساس ابھر کر سامنے آجاتا ہے کہ انسان جس کو خالق نے خلیفۃ الارض کے منصب سے سرفراز کیا ہے، اپنی عقل اور حواس وادراک کے بل بوتے پر اس قدر حقیر و بے بس اور ناکارہ ہے کہ اگر اس کی صحیح راہ نمائی اور مقاصد و اخلاق اور سیرت و کردار سے حقیقی روشناسی نہ پیدا کی گئی تو یہ اپنے منصب نیابت سے گر کر تباہ و برباد ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہی دیکھیے کہ یہ کبھی اس قدر افراط پر اُتر آتا ہے کہ اپنی ذات کو دنیا کی بلند ترین ہستی سمجھ بیٹھتا ہے اور غرور و تکبر، سرکشی و خود پرستی اور بے خودی و حماقت اس کے دماغ میں اتنی بھر جاتی ہے کہ یہ کسی بھی قوت کو اپنے سے بالاتر اور اپنے مقابل نہیں سمجھتا اور اپنے آپ کو نہایت غیر ذمہ دار و غیر جواب دہ سمجھ کر جبر و قہر کا دیوتا، ظلم و جور کا بادشاہ اور شر و فساد کا مجسمہ بن جاتا ہے اور کبھی تفریط کی طرف اتنی تیزی اور سرعت سے مائل ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو دنیا کی سب سے ذلیل و کمتر ہستی سمجھ لیتا ہے اور درخت، پتھر، دریا، سمندر، پہاڑ، ہوا، آگ، پانی، بجلی، چاند، سورج ستارے غرض کہ ہر اس شے کے روبرو سجدہ ریز ہو جاتا ہے، جس کے اندر اسے کوئی طاقت یا نفع و نقصان مضمر دکھائی پڑتا ہے اور حد تو یہ ہے کہ اگر کبھی اپنے ہی ہم نفس میں کوئی طاقت دیکھتا ہے تو اس کو بھی اپنا دیوتا اور معبود تسلیم کر کے اس کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان نہ تو اتنا عالی مرتبہ و بلند درجہ ہے جتنا کہ وہ خود اپنے آپ کو سمجھتا ہے اور نہ اتنا گھٹیا اور ذلیل ہے جتنا اس نے اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کو بنا لیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کا صحیح اور حقیقی مرتبہ کیا ہے اور اسے اپنے اس مرتبہ کے بارے میں کیسے پتہ چلے؟ نیز دنیا اور آخرت کی کامیابی جو کہ اسی پر منحصر ہے کس صورت ممکن ہے؟ اختتامی طرز بیان اختیار کرتے ہوئے ہم اس ضمن میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ دونوں جہانوں میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے مقاصد اور نصب العین کا تعین کرے اور بعد از تشخص ان کے حصول کی جستجو کرے۔ لیکن یہاں یہ چیز آڑے آتی ہے کہ کیا بغیر کسی ہدایت و راہ نمائی کے یہ اپنی منزل پا سکتا ہے؟ اسلام نے دنیا نے آخرت کی کامیابی کا جو طریقہ بتلایا ہے وہ قطعی اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی، اس کی اطاعت اور بندگی میں مضمر ہے لیکن اس تمام صورتِ حال کے تحت ہمارے لیے اس سوال کا پیدا ہونا لازمی ہے کہ آخر اللہ کیا چاہتا ہے، اس کی مرضی کیا ہے اور وہ کس بات کا خواہاں ہے۔ اس لیے کہ اطاعت کا فعل اس وقت تک ناپید ہے جب تک خالق کی مرضی اور اس کی رضا معلوم نہ ہو۔ یہ ایک یقینی امر ہے کہ جب انسان اپنے آفریدگار و پروردگار کا اطاعت گزار بندہ بن کر زندگی گزارنا چاہے گا تو لامحالہ شعوری طور پر اس بات کی آگہی کا خواہاں ہوگا کہ اس کے خالق کے کیا احکامات ہیں جن کی اسے اطاعت کرنی چاہیے۔ نیز اس کے رب کے نزدیک کیا کچھ منکرات میں سے ہے اور کیا کچھ معروفات میں سے ہے۔ یقیناً اہلِ فکر اس سے متفق ہوں گے کہ جب تک انسان کو یہ سب کچھ نہ معلوم ہو اس وقت تک اطاعت کا پہلا قدم اپنی منزل کی طرف کسی صورت نہیں اٹھ سکتا ہے۔ اب یہاں پھر ایک سوال یہ پیدا ہوگا کہ آخر رضائے خداوندی سے روشناسی و آگاہی کا ذریعہ کیا ہے؟ اس سلسلہ میں کافی حد تک تین چیزیں یعنی عقل۔ وجدان اور فکرِ اجتماعی ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں لیکن عقل کسی صورت قابلِ بھروسہ نہیں۔ اقبال نے عقل و ادراک پر کامل بھروسہ کرنے والوں اور اسی کے سہارے زندگی بسر کرنے والوں کی صورتِ حال کی عکاسی بڑے خوبصورت انداز سے کی ہے:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

اور کچھ ایسا ہی حال دیگر ذرائع کا ہے یعنی اگر ہم تفصیل سے اس موضوع پر ارتباطِ بحث کا آغاز کریں تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ تینوں ذرائع میں کوئی بھی ذریعہ ایسا نہیں جس سے انسان اللہ کی رضا و خوشنودی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکے۔ انسان اپنی تمام ظاہری اور باطنی قوتوں سمیت بے بس و لاچار تھا۔ صورت حال اس کے سامنے
ضح نہ تھی اور وہ سوچنے سمجھنے سے قطعی عاجز تھا۔ ان تمام حالات کا مطالبہ فطری طور پر یہی ہونا چاہیئے کہ
سان کو بھٹکنے اور بے راہ رو ہونے سے بچانے کی خاطر آخر اللہ کوئی قدم کیوں نہیں اٹھاتا۔ بے شک خالق
رحمٰن و ستار رحیم و کریم ہے۔ اس نے فطرت کے اس مطالبہ کو رد نہ کیا بلکہ انسان کو اپنی عقل کے سہارے
بھٹکتا دیکھ کر اس کی راہ نمائی اور مدد کی خاطر اپنی ہدایات و مرضیات کو اس تک کامل طریقہ سے پہنچانے
انتظام کیا۔ یہی وہ انتظام ہے جسے دینِ فطرت کی اصطلاح میں "رسالت" کہتے ہیں۔ آج یہ بات روزِ روشن
کی طرح عیاں ہے کہ انسان کے قدم ترقی و کامرانی اور بلندی و عروج پر رسالت کے بغیر ممکن نہ تھے۔ اس کے
علاوہ دعوتِ فکر اس حقانیت کا اظہار بھی بنے گی کہ رسالت کے بغیر نہ صرف اللہ کے احکامات جانے جا سکتے
تھے بلکہ خود اللہ اور آخرت کی حقیقت بھی منظر عام پر نہ آسکتی تھی۔ رسالت ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو اللہ
کی صحیح معرفت اور آخرت کے صحیح علم سے آگاہ کرتا ہے نیز انسان کو عرفانِ نفس و بیداری و خودی کی منزل سے
ہمکنار کرتا ہے۔ رسالت کا اہم جزو وحی ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے مدلل و مبرہن
طریقہ میں وضاحت کی ہے:

"وحی کا منشا حقائق کا انکشاف ہے یا یوں کہیے کہ وحی تھوڑے وقت میں ایسے حقائق کا انکشاف
کرتی ہے جن کو مشاہدہ برسوں میں نہیں کر سکتا۔ گویا وحی حصولِ علم میں وقت کا سفر خارج کرنے کی ایک ترکیب
ہے۔ انسان کے ترقی کے ابتدائی مراحل میں اس ذریعہ علم کی بے انتہا ضرورت تھی کیونکہ ان مراحل میں انسان کو
ان مقامات کے لیے تیار کیا جا رہا تھا جن پر پہنچ کر وہ قوائے عقلیہ کی تقلید سے خود اپنی ذاتی محنت سے
مقصود حاصل کرتے۔ محمدؐ عربی کی پیدائش انسانی ارتقا کے اس مرحلے میں ہوئی جبکہ انسان کو استقرائی علم
سے روشناس کرانا مقصود تھا۔"

اقبال اس استقائی عمل، جسے وحی کہا گیا ہے، کی حقانیت اور سچائی کی دلیل میں مزید وضاحت کچھ اس طرح
پیش کرتے ہیں:

"انبیا کے علم کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے جس میں ظاہر ہے کہ غلطی اور خطا کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔"

اقبال کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ محمدؐ عربی کی پیدائش ایک ایسے دور میں ہوئی جبکہ انسان کو استقرائی علم
سے روشناس کرانا مقصود تھا۔ اگر آپ تاریخ عالم کا مطالعہ [illegible] تو آپ کو معلوم ہوگا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسالتِ محمدیؐ کے لیے دورِ محمدیؐ کس قدر موزوں اور قومِ عرب کس قدر ضرورت مند تھی۔ یہ عرب تہذیب و تمدن کے نام سے ناآشنا، علوم و فنون سے بے بہرہ اور تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑے انسانی معاشرے کے چہرہ پر بدنما داغ تھے۔ پورا جزیرہ نمائے عرب کسی باقاعدہ و منظم حکومت کا نمائندہ نہ تھا بلکہ سینکڑوں قبائل میں بٹا ہوا ایسا خطۂ ارض تھا جہاں خود مختار قبیلوں نے کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ لوٹ مار قتل و غارت گری، بدکاری و شراب خوری اور بے حیائی عام تھی، لوگ ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف برہنہ ہو جاتے یہاں تک کہ عورتیں خانہ کعبہ میں عریاں ہو کر طواف کیا کرتیں۔ مجملاً یہ کہ منکرات کی تمام اقسام یعنی بداخلاقی و بداسلوبی، بداصلی و بداطواری، بداعمالی و بدافعالی، بدانتظامی و بداندیشی، بدآئینی و بدباطنی، بدحالی و بدخصالی، بدخوی و بددماغی، بددیانتی و بدعہدی، بدزبانی و بدسیرتی، بدطینتی و بدکاری، بدلفاظی و بدلگامی، بدمزاجی و بدمستی اور بدوضعی و بدمہری وغیرہ اوصاف کی مالک یہی قوم تھی۔ یقیناً یہ وہی حالات ہیں جب خالقیت و ربوبیت نے بنی نوع انسان کے لیے نبوت کی ضرورت کو محسوس کیا تاکہ ان تباہ حالوں کی راہ نمائی کی جا سکے اور انھیں تباہی و بدحالی اور گمراہ روی کے تیرہ و تاریک گڑھوں سے نکالا جا سکے۔ چنانچہ محمد عربیؐ کے مبعوث ہونے کی وضاحت خود خالقِ کائنات نے اس طرح کی:

"وہ خدا ہی تو ہے جس نے اُمیوں میں ان ہی میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔" (جمعہ)

بعد از تشریح رسالت محمدی خالق ارض و سما نے اس بات کی ہدایت بھی کی کہ بھیجے گئے رسول کی اطاعت کی جاسکے:

"ہم نے جو رسول بھی بھیجا اس لیے بھیجا ہے کہ باذنِ الٰہی اس کی اطاعت کی جاسکے۔" (النساء)

اور یہیں بات ختم نہ ہوئی بلکہ اپنے کلام میں اطاعتِ رسول کا سبب یوں بیان فرمایا:

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔" (النساء)

حقیقت میں یہی اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مطلوب و مقصودِ اسلام ہے۔ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا تعلق صرف محبت کی بنیاد ہی نہیں چاہتا بلکہ وہ اس امر کا شدت سے خواہاں ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے اس لیے کہ ابتدائے زیست سے عہدِ حاضر تک کوئی بھی پیغمبر صرف اس خاطر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں بھیجا گیا کہ قوم میں اس پر ایمان لے آئیں اور زبانی محبت کا دعویٰ کریں بلکہ ان کی نبوت کا پس منظر اس مقصدِ خداوندی سے رنگین ہے کہ جہاں ان پر ایمان لایا جائے وہیں ان کی اطاعت بھی کی جائے اور تمام امورِ زیست حب میں ان کے احکامات کی تعمیل و تکریم کی جائے تاکہ انسانوں کے لیے فلاح و راستی کے دروازے وا ہو سکیں۔ مقصد اس مطالبہ کا صرف یہی ہے کہ اللہ کی اطاعت جو عبودیت کا بنیادی مسئلہ ہے براہِ راست پختگی نہیں پا سکتی جب تک اس کا گزر اطاعتِ محمدی کے راستے نہ ہوا ہو۔ ہر ذی شعور اس امر سے بخوبی آگاہ ہے کہ خدا کبھی اپنے بندوں سے براہِ راست معاملات نہیں کرتا بلکہ اپنی رضا اور مرتب ہدایات کو اپنے نیک بندوں جنہیں درجۂ نبوت کا حصول ہوتا ہے، کے ذریعہ انسانوں تک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس نے اللہ جل شانہٗ کی اطاعت کرنی چاہی، اس کے لیے یہ ضروری ہوا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے کیونکہ اطاعت گزار اس بات سے آگاہ ہے کہ اطاعتِ محمدی اطاعتِ الٰہی کا دوسرا نام ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس محفلوں میں اس امر کی بڑی واضح تشریح بیان کی ہے مثلاً ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے محمدؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس کسی نے محمدؐ سے نافرمانی کی اس نے اللہ سے نافرمانی کی (بخاری)۔ یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کیا صرف زبان سے ہی اطاعت کا اقرار کر لینا کافی ہے؟ اس کے جواب میں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ قرآنِ کریم نے بڑے واضح اور روشن لہجہ میں نبی نوعِ انسان سے خطاب کیا ہے اور صاف طور پر انسانوں کو یہ بتا دیا ہے کہ اللہ کو محمد عربی کی ظاہری اطاعت قطعاً مطلوب نہیں بلکہ انسان پورے خلوص دل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کا حق ادا کرے اور اس کی معاشرتی زندگی میں جو اختلافات و مسائل اور مشکلات پیدا ہوتے ہوں ان کے لیے آپ کی طرف رجوع کرے اور وہاں سے صادر کیے گئے ہر فیصلہ کو صدقِ دل سے قبول کرے۔ یہاں اطاعت کے زمرے میں صرف احکامِ محمدی کو ہی دخل نہیں بلکہ سنتِ رسول اللہ بھی اہم مقام رکھتی ہے۔ آج جب کہ ہمارے درمیان یہ نفس کامل و آخر موجود نہیں تو آپ کی سنت ہماری راہ نمائی کے لیے موجود ہے۔ اس کی اطاعت خود رسول کی اطاعت ہے۔ اپنی وفات سے قبل آپ نے خود اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں تمہارے درمیان قرآن اور سنتِ رسول اللہ چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم مضبوطی سے اس پر قائم رہو گے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس اختتامی گفتگو کے بعد یہ امر کلیتہً آشکارا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ ہمارا ایمان یہی ہے کہ ہم کتاب و سنت کی سچے دل سے پیروی کریں کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے آپ نے ہمیں باری تعالیٰ کے احکامات اور اس کی مرضیات سے آگاہ کیا۔ اقبال اسی حقیقت کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

بازاے آزادِ دستورِ قدیم زینت پاکن ہماں زنجیر سیم
شکوہ سنج سختیِ آئیں مشو از حدودِ مصطفیٰ بیروں مرو

مذکورہ بالا اختصاصی فکر بندی سے رسالتِ محمدی کے پس منظر پر حقیقی روشنی پڑتی ہے نیز نبوتِ محمدی کی اہمیت اور افادیت کھل کر سامنے آتی ہے۔ یہاں ایک چیز اور عرض کرنا ہے اور وہ یہ کہ اب تک لوگوں میں انبیائے کرام سے متعلق بڑی غلط فہمیاں نشوونما پا رہی ہیں۔ مثلاً اسی بات کو لیجیے کہ آج دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو پیغمبروں کو انسانوں سے ماورا مخلوق سمجھا کرتے ہیں۔ مسلمانوں ہی میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو نبی کریم کو نور یا نور سے پیدا شدہ متصور کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ محمدؐ عربی یا ان سے پہلے کے انبیا ظاہری اور باطنی طور پہ عام انسانوں سے بہت بلند پایا تھے لیکن باوجود اس کے ہمیں یہ درگزر نہ کرنا چاہیے کہ یہ سب انسان تھے نہ ان کا تعلق فرشتوں سے تھا اور نہ ہی وہ طبقہ جن سے متعلق تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ انبیائے کرام میں الوہیت کی ادنیٰ سی تشبیہ تسلیم کرنے کے بعد یہ کہنا کہ میں توحید کا پرستار ہوں نہ صرف غلط ہے بلکہ تصورِ وحدانیت کو شدت سے مجروح کرنے کے مترادف بھی ہے اس طرح یہ کہنا چنداں غلط نہ ہوگا کہ وہ لوگ جو انبیائے سابقین یا سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خدا کا تصور یا عکس تلاش کرتے ہیں ان تک تعلیماتِ محمدی ہی نہیں پہنچ سکی ہیں یا خود ان کا ذہن ان تعلیمات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ واضح رہے کہ ہر دور میں اور ہر عہد میں ہر نبی نے واشگاف لہجہ میں یہ اعلان کیا ہے کہ:

"میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں" (الکہف)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ نبوت میں بعض مشرکین و کفار نے یہ اعتراض کیا کہ یہ کیسے اور کیوں کر ممکن ہے کہ ایک ایسا شخص جو ہماری طرح کھاتا اور پیتا ہو نیز ہمارے ہی جیسی ضروریات رکھتا ہو منصبِ رسالت پر فائز ہو جائے اور اگر خدا کو کوئی پیغمبر بنا کر [illegible] ہوتا تو بجائے اس کے کہ وہ ہمارے جیسے انسان کو مبعوث کرتا کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتا۔ دیکھا جائے تو یہ نہایت طفلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتراض تھا جس کے جواب میں حکمت و فلسفہ کی اٹریاں ... رب کریم نے فرمایا :

"اگر اس زمین پر فرشتے ہی چلتے پھرتے اور آباد ہوتے تو ضرور ہم ان پر آسمانوں سے فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے" (بنی اسرائیل)

بے شک اس اعتراض کا اس سے بہتر اور مدلل و عام فہم جواب ممکن نہ تھا حق تو یہ ہے کہ انبیائے کرام خدا اور بندوں کے درمیان رابطہ کا ایک وسیلہ ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کے فرائض نبوت میں ایک فرض جو بنیادی حیثیت رکھتے ہیں یہ بھی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو ہدایاتِ الٰہی کا کلی مظہر بنا کر دکھائیں اور کل عالم کے انسانوں کے سامنے ایک مثال اور ایک نمونہ کی شکل اختیار کریں۔ اب مان لیجیے کہ اللہ اہلِ عرب پر فرشتوں یا کسی اور مخلوق کو منصبِ رسالت سے سرفراز کر کے بھیجتا جیسا کہ قوم عرب نے اعتراض کیا تھا تو کیا نبوت کا وہ اہم مقصد جس کا نشا کل سیرت و کردار اور اخلاق محمدیؐ میں مضمر تھے بحسن و خوبی سرانجام دیا جا سکتا تھا یعنی اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہدایت و راہ نمائی بھٹکے ہوئے انسانوں کو مل جاتی لیکن محمدؐ فرشتہ ہوتے ہوئے آخر ان احکامات پر کس طرح عمل کر پاتے جن کا تعلق خالصتاً نفسی احساسات و جذبات سے ہے۔ یہیں اقبال کا یہ خیال بدلیل ثابت ہوتا ہے کہ محمدؐ عربی کی پیدائش استقرائی علم کی نمائندہ تھی۔ اس لیے کہ نہ صرف انھوں نے انسانی مسائل کو نظری طور پر سمجھا بلکہ فکری و عملی طور پر ان کا گراں مایہ حل بھی پیش کیا۔ مختصر یہ کہ ذہنوں سے یہ احساس مٹ جانا چاہیے کہ محمدؐ عربی ماورا البشر مخلوق تھے۔ لیکن اب بھی اگر کوئی شخص نبی کریمؐ کو خدا کا نور یا ایسے ہی استعاراتی القابات سے نوازتا ہے تو ایک طرف تو وہ قرآن و سنت کی نفی کرتا ہے تو دوسری طرف اپنی جہل آگہی کی بدترین مثال پیش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھٹکے ہوئے تباہ حال انسانوں میں سے اٹھایا اور اسی کے ساتھ آنے والی نسلوں کے لیے آپ کو امام و پیشوا اور ہادی و راہ نما بنایا ہے۔ یعنی یہ ذات بشریت نبوت اور وحی سے سرفراز ہونے کے بعد تا قیامت بنی نوع انسان کے لیے مجسم راہ نمائی اور پیشوائی کے لیے مخصوص ہو گئی اور اس کی زندگی کا مقصد قرار پایا کہ وہ اپنے طرز فکر و عمل سے نفس کی ظاہری و باطنی خامیوں کو دور کر کے اور انھیں تباہی و بربادی کے راستوں پر چلنے سے مستفید رکھے۔ ارشادِ ربانی ہے :

"اے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ کہیے کہ اطاعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرو اللہ کی اور پھر رسول کی اگر وہ منہ موڑتے ہیں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں فرماتا۔" (آل عمران)

ایک اور مقام پہ ارشادِ ربانی ہے:

"تمھارے لیے اللہ کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہی بہترین نمونہ تقلید کے لیے موجود ہے اور ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔" (آل عمران)

مذکورہ بالا آیاتِ مقدسہ سے اس امر کی بھرپور وضاحت ہوتی ہے کہ پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ تقلید و عمل کا بہترین و گراں مایہ نمونہ تھے اور اس طرح منجانب اللہ مسلمانوں اور دنیا کے تمام انسانوں کے لیے یہ لازم قرار پاتا ہے کہ اگر وہ دنیاوی مسائل و مشکلات اور قضیات و فسادات سے چھٹکارا چاہتے ہیں تو آنحضرتؐ کی تقلید اور ان کی پیروی میں واضح و صحیح راہِ حیات کا تعین حاصل کریں کیونکہ عقل اور مادیت پر بھروسہ کرنے والے نفوس کے لیے آپ سے بڑھ کر کوئی راہ نجات نہیں۔

آج کی دنیا کا کوئی فرد بھی خواہ اس کا تعلق کسی مذہب اور عقیدے سے ہو وہ شعوری یا لاشعوری طور پر بہ ضرور جانتا ہے کہ پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوتِ فکر و عمل برائے سیرت و کردار، اخلاق و معیشت، سیاست و عمرانیات، قانون و انصاف اور تعلیم و تنظیم کے لیے دی جو تمام شعبہ ہائے حیات کے مسائل اور ان کے تدارک کی خاطر نیز علوم و فنون کے فروغ و ترقی کی خاطر کس قدر دور رس و نتیجہ خیز ہے۔ یہ تعلیمات نہ صرف عہدِ نبوی ہیں بلکہ ہر دور اور ہر قوم کے لیے تاقیامت قابلِ عمل اور اس کی منزل کے حصول کا فقید المثال ذریعہ ہیں۔ واضح رہے کہ نبوتِ محمدیؐ پر کسی خاص خطۂ ارضی کی مہر ثبت نہ تھی۔ آپؐ کسی خاص خطہ یا قوم کے لیے نبی بنا کر نہ بھیجے گئے تھے بلکہ آپ کا پیغام کل عالم کے انسانوں کے لیے چشمۂ فیض بالیقین تھا جس کی گواہی خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے دی ہے:

"اے محمدؐ ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور اللہ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔" (سبا)

اس صداقت کا واضح و وانشگاف اعلان آپ نے خود اپنی زبان سے بحکم خداوندی کیا۔ آپ نے فرمایا لوگو میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔ (الاعراف)۔ ہم اگر اسلامی تاریخ پر گہری نظر ڈالیں تو ہمیں نبی کریمؐ کے ساتھ جس اختصاصیت کا اظہار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ سے قبل خداوند عالم نے بھٹکی انسانیت کو راستہ دکھانے کی خاطر جتنے انبیا و رسول بھیجے ان میں کسی کی حیثیت اتنی ہمہ گیر و یکتا نہ تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک ہی وقت میں کئی کئی انبیا کا ظہور ہوا جو مختلف علاقوں اور قوموں کے لیے مختص تھے لیکن یہ آپ کی ہی شانِ نزول ہے کہ نہ صرف آپ پہ نبوت ختم ہوئی اور آپ کو عالمگیر رسالت کی فضیلت ملی بلکہ آپ ہی ذات باعث تکمیل اسلام قرار پائی۔ ایک موقع پر آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے ہر نبی مخصوص طور پر اپنی قوم کے لیے نبی بنایا گیا تھا لیکن میں تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یقیناً یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ جس طرح خالق نے آپ کی رسالت کو عالمگیر بنایا اسی طرح اسے لازوال بھی بنایا اور آپ کے ساتھ ہی وحی و رسالت کا طویل سلسلہ اختتام کو پہنچا اور اب قیامت تک کوئی نبی اور کوئی رسول نہ آئے گا۔ آپ کے بعد مسیلمہ کذاب ہو یا مرزا غلام احمد سب کاذب اور جھوٹے ہیں جن کا آخری ٹھکانہ جہنم ہے کیونکہ انھوں نے اپنے عمل اور احساسِ فکر کے ذریعے نہ صرف خدا کے کلام کو جھٹلایا بلکہ انسانوں کو گمراہ کرنے کی بھی کوشش کی۔

"وہ محمدؐ اللہ کے رسول اور سارے نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔"

اس آیتِ مذکورہ کے بعد اس امر کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ کوئی شخص علمِ نبوت بلند کرے اور دعویٰ پیغمبری کرے۔ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کیوں نہ تمام ہوتی جبکہ آپ جو دین و شریعت لے کر آئے تھے وہ ہر پہلو اور ہر طریقہ پر کامل ہے، قبل ازیں یہ اعزاز کسی نبی کو حاصل نہ ہوا تھا۔

"لوگو! آج ہم نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو بحیثیت دین کے پسند کیا۔" (المائدہ)

یقیناً بعض ذہن یہ سوال کریں گے کہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو انبیائے کرام علیہم السلام اپنے ہمراہ شریعت لائے اسے کیوں کر درجۂ کاملیت نہ مل سکا اور یہ اعزاز آخر کیوں کر آپ ہی کے لیے مختص ہو کر رہ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ سے قبل جو شریعتیں نازل ہوتی رہیں اور جو ہدایات جاری و ساری رہیں ان کا اثر و نفوذ جیسا کہ عرض کیا گیا ایک مخصوص علاقہ اور ایک خاص قوم ہوا کرتی تھی اور جس طرح ان کا دائرۂ نبوت محدود تھا اسی طرح مجموعہ تعلیم بھی مختصر و محدود۔ لیکن اس قوم کے لیے کامل تھا آخر ایک وقت ایسا آیا جبکہ اجتماعی طور پر کل عالمِ انسانیت کے لیے شریعت و ہدایت کی ضرورت کو محسوس کیا گیا اور اس طرح دنیا کے رنگ و بو میں بسنے والے نفوس کی خاطر راہ نمائی ایک ایسی شریعت قرار پائی جو کسی محدود علاقے یا مخصوص قوم کی فلاح و راستی اور راہ نمائی و سربلندی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے وابستہ نہ تھی بلکہ ان کا مرکز اتوجہ کل انسانیت تھی چنانچہ اسی بین الانسانی فطری تقاضا کی تکمیل کی خاطر ذاتِ محمدی کو منتخب کیا گیا جو نہ صرف کل عالم کے نجات دہندہ و محسن اعظم تھے بلکہ ذاتی فکر و عمل کے لحاظ سے ایک مثالی انسان کامل بھی تھے جن کی تعلیمات و فلسفہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں بسنے والوں کے مسائل پر حاوی ہے۔ مذکورہ بالا آیت مقدسہ اسی کامل نظریہ حیات کی نوائے خوش کن تھی جس نے بعد ازاں اہل عرب کو جو تباہی و ضلالت کے گڑھے میں دفن ہو چکے تھے دوبارہ زندہ کر کے دنیا کے انسانوں سے آگے لا کھڑا کیا اور وہ عرب جو کبھی جاہل و غارت گر گردانا جاتا تھا دنیا کے لیے علم و دانش کا گہوارہ اسی شہر عربی اسی دانائے روزگار کی سربراہی میں بن گیا۔

داستانِ ماضی دہرایئے تو معلوم ہو گا کہ دنیا سے تمام سابقہ مقدس الہامی کتب ناپید ہو چکی ہیں اور جو موجود ہیں وہ ہیئتی اعتبار سے مسخ شدہ ہیں لیکن ذرا دیکھیے کہ محمد عربی پر جو کلام نازل ہوا وہ جوں کا توں محفوظ ہے بلکہ تا قیامت تحفظ کی ضمانت خود خدا کی طرف سے دی گئی ہے۔ آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں بسنے والا انسان اسے اپنے مسائل کے حل کی خاطر استعمال کر رہا ہے اور کرتا رہے گا اور اس طرح یہ کتاب ہمیشہ سرچشمہ ہدایت بنی رہے گی۔ رسالت محمدؐ عربی کا بنی نوع انسان سے پہلا مطالبہ یہی ہے کہ اب تمام سابقہ مذاہب اور شریعتیں منسوخ ہو چکیں اور اللہ کے نزدیک کل انسانوں کے لیے دینِ اسلام منتخب کیا جا چکا ہے جس کی شہادت خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

"بے شک اللہ کے نزدیک مقبول دین اسلام ہی ہے"

چنانچہ یہ ضروری ہے کہ دنیا کی تمام قومیں خواہ وہ کسی خطۂ ارض سے متعلق ہوں اسلام کو اپنا لیں اور اس کی پیروی کریں ورنہ جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا تو اللہ کے ہاں اس کی طرف سے یہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا (آل عمران)۔ کیونکہ جب اس دین کو تمام انسانوں کے لیے کامل ضابطہ حیات اور اس کے لانے والے نبی کو پیغمبر آخر قرار دے دیا گیا تو اب نہ کسی دین کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے اور نہ ہی کسی پیغمبر کی۔ بعد ازیں یہ تقاضہ فطری ہے کہ ہر دور اور ہر زمانہ کا انسان آپ پر ایمان لائے اور دینِ اسلام کی راہ نمائی میں اپنی منزل کے حصول کی جدوجہد کرے۔ ہمیں اس امر کا ثبوت کہ اسلام مذہب آخر و کامل ہے خود نبی کریمؐ کے عمل سے ملتا ہے اور وہ یہ کہ اگر اللہ کے نزدیک سارے دین اور ساری شریعتیں سچی اور درست ہوتیں اور صرف کسی ایک رسول کی پیروی کافی ہوتی تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا یہ شعوری تقاضا ناگزیر تھا کہ نبی کریم یہود و نصاریٰ کو دعوتِ اسلام نہ دیتے صرف اس لیے کہ وہ خود اہل کتاب ہیں اور اگر اسلام کی طرف رغبت دلاتے بھی تو یقینی امر تھا کہ وہ مسلمان ہونے پر قطعاً زور نہ دیتے لیکن اس کے برخلاف ہماری نگاہیں دیکھتی ہیں کہ آپ نے بجائے اس کے کہ ان کو تلقین کریں کہ توریت و انجیل کی پیروی کرو ببانگ دہل قبولِ اسلام کی دعوت دی اور اسلام کو ان کے لیے لازمی قرار دیا۔

"اے اہل کتاب اس کتاب پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل کیا ہے جبکہ وہ اس کتاب کی پیشین گوئیوں کے عین مطابق بھی ہے جو تمھارے پاس ہیں قبل اس کے کہ ہم چہروں کو بگاڑیں اور انھیں پیچھے کی طرف پلٹ دیں اور ان پر لعنت بھیجیں" (النساء)

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہ صرف بحکم خداوندی ان اہل کتاب کو دیگر کافرین و مشرکین کی مانند ایمان لانے کی دعوت دی بلکہ جنھوں نے ایسا کرنے سے گریز کیا انھیں واضح الفاظ میں کافر قرار دیا۔ فطری طور پر لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجانی چاہیے کہ اگر سابقہ شریعتیں یا الہامی کتب کامل اور جامع ہوتیں تو آخر اللہ کو جو ہر چیز کا جاننے والا ہے اور ہر شئے پر قادر ہے کیوں کر رسالتِ محمدی کی ضرورت اور نزولِ قرآن کا احساس ہوتا۔ رسالتِ محمدی کا سبب بھی یہی تھا کہ ایک طرف تو الہامی کتابیں مسخ ہو چکی تھیں اور ان کی زبانیں دنیا کی مردہ زبانوں میں داخل ہو چکی تھیں اور دوسری طرف انبوہِ انسانی کسی ہدایت و راہ نمائی کے بغیر وحشت و ضلالت اور گمراہی و بدروی کے تاریک اندھیروں میں غلطاں تھا۔

یقیناً جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ان حالات کا تقاضا یہی تھا کہ ایک ایسی شریعت کا اہتمام کیا جائے جس نے نہ صرف عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کو پورا کیا بلکہ تاقیامت دنیا اس سے استفادہ کرتی رہے گی۔

چنانچہ اب اس بات کی وضاحت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کہ دینِ اسلام و اطاعتِ محمدی ہی شرطِ نجات ہے ورنہ وہ شخص جس نے ایسا نہ کیا وہ آخرت میں قطعی نامراد رہے گا (آل عمران)۔

غرض کہ محمد عربی کا وجود بھٹکی ہوئی تباہ حال انسانیت کے لیے راہِ نجات تھا۔ ان کے وجود سے انسان کو استقرائی علم سے روشناسی حاصل ہوئی اور اس نے اپنے مقام اور درجے کو سمجھا۔ اب ابتدائے وجودِ انسان سے آخر زیست تک یہ فخر و اعزاز صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے کہ وہ ایک زریں و گراں مایہ تعلیم دینے والے تھے جس نے صرف فکری ہی نہیں بلکہ عملی طور پر دنیا کو روشن و درخشاں اصولوں سے نوازا۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال حجۃ الوداع کا موقع ہے جبکہ آپ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا کے آخری پیغام کو مدلل طور پر شمع نبوت کے پروانوں کو سنایا، باطل رسوم و رواج کو توڑا، انسانی برادری کے بے نظیر رشتہ کی وضاحت کی اور اپنی اس تعلیم کو اپنے کردار و عمل سے یوں منور کیا۔

"آج عرب کے تمام انتقامی خون باطل کیے جاتے ہیں تم ایک دوسرے کے خون کو معاف کر دو۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان اور اپنے بھتیجے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں۔ لوگو آج سے جاہلیت کے تمام سودی لین دین اور کاروبار باطل کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سودی بیوپار ختم کرتا ہوں۔"

مجھے بتایئے کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے جس کے نمونہ فکر و عمل کی نظیر یوں پیش کی جا سکے۔ جس کی ہدایاتِ کامل ذاتی مثالوں کی تشریح سے باعثِ تقلید و عمل بنی ہوں اور جس کی ذات نہ صرف مسلمانانِ عالم بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی باعثِ عزت و سرفرازی سمجھی جاتی ہو۔ اس ضمن میں مارگولس جیسے مشہور مصنف و سوانح نگار کے درج ذیل جملے پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے جو محمد عربی کی ہمہ گیر عظمت پر ایک غیر مسلم کا سلام و نذرانۂ عقیدت ہے:

"THE BIOGRAPHERS OF THE PROPHET MOHAMMAD FROM A LONG SERIES THAT IS IMPOSSIBLE TO END BUT IN WHICH IT WOULD BE HONOURABLE TO FIND A PLACE."

پیغمبر انسانیت

از مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

سیرت رسول پر یہ ایک قابل قدر کتاب ہے۔ اس میں صرف واقعات درج کر دینے پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ اس نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے کہ زندگی کے نازک سے نازک مراحل میں آنحضرت نے انسانیت اور اعلیٰ انسانی قدروں کی کس قدر محافظت فرمائی ہے۔ صفحات: ۲۲۸ - قیمت ۱۲/۰۰ روپے

ملنے کا پتہ: ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com